

تھو کتنا بھی نہیں ! ”

یہ اور اس قسم کے بے شمار دلچسپ واقعات ان مشاعروں کی روئیاد اور دیگر
ذرائع سے مل سکتے تھے، جنہیں نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ وہیں امید رکھنی چاہیے
کہ نقش ثانی کے وقت اس کمی کو ہورا کر دیا جائے گا۔

(محمد عبداللہ قریشی)

اطلاع

محلہ تحقیق کے سابقہ شمارے محدود
تعداد میں برائی فروخت موجود
ہیں -

مدیر

محلہ تحقیق، اوریشنل کالج، لاہور

۱- نوادر مؤلفہ مرزا محمد عسکری لکھنؤی مطبوعہ ادبی پریس لکھنؤ ۲۲ اکتوبر

۲۔ غالب اور صفیر بلگرامی

مصنف : مشق خواجہ

ناشر : عصری مطبوعات، کراچی

صفحات : ۲۰۸

جناب مشق خواجہ ہمارے ادب کے ان چند گنے چنے نامور محققوں میں سے ایک بین جو تحقیق کے نام پر دریا کی لہریں نہیں گنتے، اور ابل اور خوبرویان چین و چنگل کے امتیاز سے بخوبی واقف ہیں۔ «غالب اور صفیر بلگرامی» ان کی تازہ ترین تصنیف ہے اس سے قبل وہ «آبیات» کے نام سے ایک شعری مجموعہ کے علاوہ جائزہ مخطوطات آردو (جلد اول) اور تذکرہ خوش معر کہ زبیا (سعادت خان ناصر) جیسی اہم مرتبات سے آردو کے تحقیقی ادب میں اضافہ کر چکے ہیں۔

زیر نظر کتاب اصل میں مشق خواجہ صاحب کے امن مقالے کی ترمیع ہے جو صحیفہ لاہور کے غالب نمبر (جلد دوم و سوم، ۱۹۶۹ء) میں شائع ہوا تھا، بعد کے برسوں میں اس موضوع پر خواجہ صاحب کو مزید بہت سا مقید مواد دستیاب ہوا اور یوں اس مقالے کو از مرنو لکھا گیا اور مکمل ہونے کی ہوتی میں یہ ۲۰۳ صفحات پر بھیل کر ایک کتاب کی شکل اختیار کر کیا۔

صفیر بلگرامی کی عدوی شہرت ان کی تذکرہ نگاری کے حوالے سے ہے حالانکہ صفیر صرف اچھے تذکرہ نگار ہی نہیں تھے بلکہ مورخ، مترجم اور خوش فکر شاعر بھی تھے۔ ان کی تصنیف کے تنوع اور کثرت کا اندازہ اس فہرست سے لگایا جا سکتا ہے جو خواجہ صاحب نے اس کتاب کے پہلے باب میں فراہم کی ہے۔ ہر غالب سے صفیر کے تعلقات اور صفیر کی غالب سے عقیدت بھی آسانی سے نظر انداز نہیں کیجیے جا سکتے۔ جانبین میں محبت اور عقیدت کا جو گھبرا تعلق تھا اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ غالب صفیر کو نور نظر، نور بصر، لخت جگر، قرۃ العین اسد اور زیدہ اولاد پیغمبر جیسے القابات سے یاد کرتے ہیں اور صفیر کے نزدیک غالب «دیبر فلک مرتبت»، «قبلہ» سخن سنجان معنی شناس، «کعبہ دانان ولا اسام»، «فیخر المتقین» اور «استاذ المتأخرین» ہیں۔ خواجہ صاحب نے غالب اور صفیر کے تعلقات کی تفاصیل صفیر سے متعلق غالب کی جملہ تحریریں اور غالب سے متعلق صفیر کی تمام تحریریں بڑے سلیقے سے یکجا کر دی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اپنی بھول آراء کا اظہار بھی کر دیا ہے، بھر چونکہ مشق خواجہ صاحب

تحقیق کے سلسلے میں اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ انہیں کیا چیز لینی ہے اور کیا ترک کر دینی ہے، ان کی یہ کتاب ہنر تلمیز مواد سے مزین ہوئی ہے اور حشو و زوائد سے پاک ہے۔

«غالب اور صفیر بلگرامی» گیارہ ابواب ہر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں صفیر بلگرامی کے حالات زندگی۔ ان کے آبا و اجداد ان کی تعلیم و تربیت، ان کے شوق تصنیف و تالیف حروف و خطوط، شلا نستعلیق، نسخ و ثلث، خط غبار اور خط شفیعہ میں ان کی مہارت، ان کی الکن زبانی، ان کی قوت تقلید اور ان کی تصانیف کی ممکنہ حد تک مکمل فہرست کی تفصیلات دی گئی ہیں۔ صفیر کی تصانیف کی جامع فہرست خواجہ صاحب نے سید وصی احمد بلگرامی کے ذاتی کتب خانے اور ظفر اوگانوی کی تصنیف «صفیر بلگرامی - حیات اور کارنامے» سے استفادہ کے نتیجے میں مرتب کی ہے۔ اس فہرست سے اندازہ ہوتا ہے کہ صفیر اصناف نظم میں، قصائد، مراثی، واسوخت، غزلیات، خمسہ جات، رباتیات، نعت، منقبت اور درس غرض کسی صنف میخ میں بند نہ تھے۔ ان کے مراثی کی تعداد ایک میو پانچ تھی جن میں سے صرف آٹھ محفوظ ہیں۔ اسی طرح انہوں نے بوستان خیال کا آردو ترجمہ دمن جلدیوں میں کیا تھا جن میں سے صرف دو جلدیں مکمل طور پر طبع ہوئیں اور تیسرا جلد جزوآ چھپی تھی۔ تاریخ بلگرام اور نثر میں ان کے بعض رسائل اس کے علاوہ ہیں۔ صفیر کے حالات زندگی کے ضمن میں خواجہ صاحب نے کہا ہے کہ یہ «طبقات کرام سادات بلگرام» کے علاوہ جلوہ خضر (جلد اول و دوم) سے دستیاب ہیں۔ خواجہ صاحب نے صفیر کے حالات کی تفصیل ان تینوں کتب سے مہما کی ہے اور بعض الجھے ہوئے تناقضات کو خوبی سے منقح کیا ہے۔

دوسرا باب میں غالب اور صفیر کی مراملت کے عنوان سے غالب کے نام صفیر کے پانچ خطوط اور صفیر کے نام غالب کے چھ خطوط درج ہیں، ان خطوط سے محسنات شعری اور لسانی نکات اور رموز و غواصیں پر غالب کی گھروی نظر کا اندازہ ہوتا ہے۔ صفیر کی فارسی اور آردو غزلوں پر غالب کی اصلاحیں بڑی متوازن ہیں۔ غالب کے نام خطوط میں کہیں کہیں صفیر نے غالب کے فنی نکات سے اختلاف بھی کیا ہے، یوں جانبیں کے ان خطوط سے نکات سخن کے باب میں بہت کچھ سیکھا جا سکتا ہے جیسا کہ خود صفیر نے سیکھا:

غالب بود پنرور شرم بپارسی کو بست در زمانہ علم با پنروری
اسی باب میں خواجہ صاحب نے صفیر کی مشنوی اور اس کے مسودے کا مقابل کر کے

اپنے نتائج تحقیق پیش کیئے ہیں اور حواشی و تعلیقات سے صفیر کی مشتوی (صحیح آمید) کو مزید ٹھرور کیا ہے۔

تیسرا باب میں غالب اور صفیر کی ملاقات کا مفصل احوال تسویہ کیا گیا ہے۔ صفیر کی غالب سے ملاقات کب ہوئی اس ذیل میں خود صفیر کی تحریروں میں جو باہم متصاد بیانات ملتے ہیں۔ خواجہ صاحب نے ان کی خوب تنقیح و توضیح کی ہے اور بدلائی ثابت کیا ہے یہ ملاقات ۱۸۲۵ء میں ہوئی۔ یہ باب اس لحاظ سے اس کتاب کا سب سے اہم باب ہے کہ اس میں غالب کے بارے میں صفیر کی ایک مفصل اور دلچسپ تحریر «غالب علیہ الرحمۃ» کے نام سے شامل ہے۔ یہ بہت قیمتی تحریر ہے اور اس سے غالب کے باب میں بعض نئی باتیں معلوم ہوئی ہیں۔ اس سے جہاں یہ پتہ چلتا ہے کہ غالب نے ابتدأ ناسخ کا اور پھر میر کا تبع کیا وباں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ذوق نے اپنے ایک شعر میں میر کے انداز کے ناقابل تقليد ہونے کا جو اعلان کیا ہے وہ اپنی ذات کے حوالے سے نہیں بلکہ غالب پر طنز کے سلسلے میں ہے۔ ورنہ آج تک نقاد ہمیں یہی بتاتے آئے ہیں کہ میر کے فلاں فلاں معاصر اور ما بعد کے شعرا نے میر کو خراج پیش کیا ہے اور ان میں ذوق بھی شامل ہیں اور پھر ثبوت میں ذوق کا یہ شعر پڑھا جاتا ہے:

نہ ہوا ہر نہ ہوا میر کا انداز نصیب
ذوق یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

اس تیسرا باب میں غالب کے عادات و اطوار، لباس، طعام اور کلام کے سلسلے کی دلچسپ تفصیل مہیا کی گئی ہے اہم بات یہ ہے کہ صفیر نے اس باب میں غالب سے کئی مقامات پر کھل کر اختلاف بھی کیا ہے، فارسی شعر اور اس کے ادوار و خصائص ہر غالب کی نظر گھری تھی، اس کا اندازہ منجملہ غالب کی دیگر تحریروں کے صفیر کی امن تحریر سے بھی ہوتا ہے۔ اسی باب سے یہ بھی کھلتا ہے کہ غالب مرثیے کو دبیر کا حصہ سمجھتے تھے خواجہ صاحب نے اس باب میں صفیر کے بعض بیانات کی تصحیح کی ہے اور بعض پر خوبی سے جرح و تعدیل کر کے قاری کو کسی نتیجے ہر پہنچنے میں معاونت کی ہے۔ یہ باب جہاں ایک طرف غالب کے فکر و فن ہر بعض نئے ہلوؤں پر روشنی ڈالتا ہے وہاں اس سے خود صفیر کی ذہانت، جودت طبع، حضارت معلومات اور قوت استدلال کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

زیر نظر کتاب کے تمام ابواب کا فرداً فرداً جائزہ تو اس مختصر تبصرے میں ممکن نہیں لیکن اس کے بعض ابواب یقیناً اجہائی گفتگو چاہتے ہیں۔ مثلاً صفیر کی ایک اہم تحریر «انشائے سبد گل» میں بعض ایسے خط بھی شامل ہیں جن سے غالب

کے آخری زمانے کے حالات ہر روشنی پڑتی ہے خصوصاً ان کی گران معنی، حافظے کی کمزوری اور قوای حامی کے تعطل کا تفصیل ذکر ملتا ہے۔ اسی تحریر میں میر ولایت علی مہتمم مطبع عظیم المطابع کے نام غالب کا ایک دلچسپ خط بھی شامل ہے جو زیر نظر کتاب کے توسط سے پہلی بار منظر عام ہر لایا گیا ہے۔

مشق خواجہ صاحب نے اس کتاب میں صفیر کی دیگر اور خبریوں سے بھی ایسے اقتباسات درج کیے ہیں جن میں غالب کی شخصیت یا فکر و فرہنگ ہر بحث کی گئی ہے۔ چنانچہ جلوہ خضر، مرقع فیض اور محشرستان خیال سے غالب کے سلسلے کی باتیں بڑے سلیقے سے درج کی گئی ہیں۔ غالب بھی اکابر کی طرح اپنے عہدی چشمک کا نشانہ بننے تھے، چنانچہ «جلوہ خضر» کے باب میں خواجہ صاحب نے صفیر کے قام مید بندہ رضا بلکرامی کا ایک خط درج کیا ہے جس میں بندہ رضا نے صفیر کو غالب سے شدید بیجا محبت کا طعنہ دیا تھا۔ اس خط میں جہاں غالب کی فارسی گوئی کا اعتراف کیا گیا تھا وہاں یہ مضجعک خیز دعویٰ بھی کیا گیا تھا کہ غالب کی آردو شعر گوئی لکھنؤ کے کسی مبتدی کے مقابلے میں بھی کمتر درجی کی چیز تھی، خواجہ صاحب نے اس کے جواب میں صفیر کا وہ خط بھی درج کر دیا ہے جو غالب کے فارسی اور آردو کلام ہر صفیر کی گھری نظر تجزیاتی مہارت اور مضبوط استدلال کا مظہر ہے، یعنی بندہ رضا کو مسکت جواب ہے۔

صفیر کا ایک اور دلچسپ نثری رسالہ «محشرستان خیال» ہے۔ بظاہر تو اس کا موضوع شاعری ہے لیکن فاصلہ یہ منحرف شاگردوں پر طعن ہے اور صفیر کا روئے سخن اپنے منحرف شاگرد خواجہ فخر الدین کی طرف ہے، یہ باب اس کتاب کا اتنا دلچسپ حصہ ہے کہ تحقیق کی نام نہاد عبوضت کا دور تک پتہ نہیں۔ اس رسالے میں شاعری کے منصب، امر کی تاثیر، مراتب زندگی میں اس کے مقام اور اس کی مختلف صورتوں پر غالب، جانسن اور شیکسپیر وغیرہ کے تاثرات درج کیے گئے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ الفاظ بانی اصل شاعری نہیں ہے بلکہ جو نیچر کے مطابق ہو رہی ہے۔ غالب نے کہیں کہیں جانسن اور شیکسپیر وغیرہ کے افکار سے اختلاف بھی کیا ہے۔ اسی باب میں ایشیا میں شعر کے عاشقانہ ہونے کے وجود سے دلچسپ بحث کی گئی ہے۔ بندی شاعری میں عورت کی طرف سے عشق اور مرد کو معشووق جانتے اور ایرانی شاعری میں اما روے عشق و عاشقی کی وجہ توجیہات کی گئی ہیں۔ پھر بری شاعری کی قبودات اور مخاطبین مستعار کی مذمت بھی کی گئی ہے۔ مضامین مستعار کی مثال غالب کے نزدیک اترے ہونے ہیرون یا ملی ہونی مہنڈی کی سی ہے۔